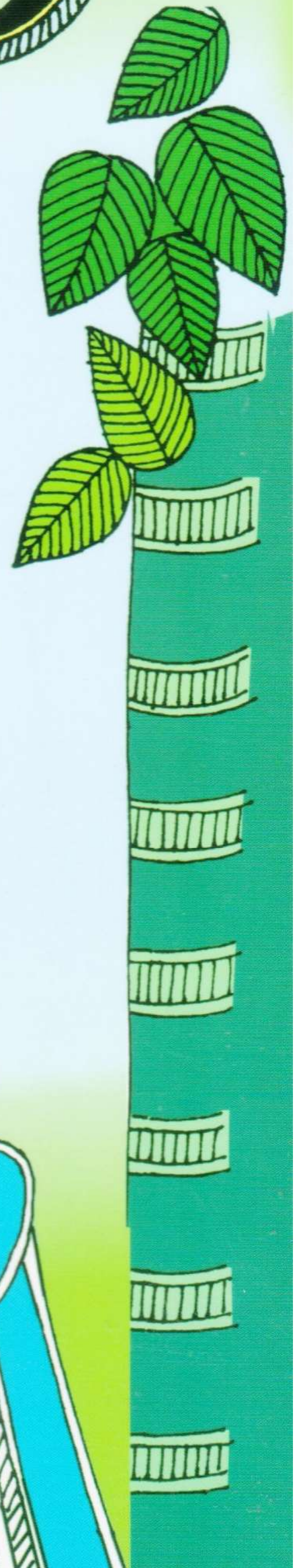
بہترین طالب علم





پانڈؤاور کوروؤں نے جنگ کے فن میں مہارت حاصل کی۔ ڈروناان کا استاد تھا۔

اس زمانے میں جنگی فنون میں سر فہرست تیر اندازی تھی۔ پانڈؤوں میں سب سے اچھا تیر انداز ارجن تھا۔

ارجن فن سے سرشار تھا۔ اس نے انتھک مشق کی۔ نتیجے کے طور پر، اس نے باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ ڈرونا کا بہترین طالب علم بن گیا۔



ارجن کی مستعدی نے ڈرونا کو متاثر کیا تھا۔ اس نے اسے اضافی اسباق دیئے، اسے دوسروں سے الگ کر دیا۔

کورؤ بھائیوں کو یہ بالکل پسند نہیں آیا! انہوں نے ارجن کو رشک سے دیکھا۔

ایک دن ڈرونا نے اپنے طالب علموں کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اونچی شاخ سے لکڑی کا نشان لٹکایا۔ نشانے کی شکل بنائی گئی تھی اور اسے پرندے کی طرح پینٹ کیا گیا تھا۔

"طلبہ!" ڈرون نے انہیں اپنے پاس بلایا۔





جب وہ اکٹھے ہو گئے تو اس نے کہا، "لکڑی کے پرندے کو دیکھو، یہ تمہارا ہدف ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کرو اور اچھی طرح نشانہ رکھو! تمہارا تیر پرندے کی آنکھ میں چھید جائے۔"





پانڈؤاور کوروؤ بلائے جانے کے لیئے تیار کھڑے تھے۔ سب سے پہلے ڈرونا نے یودھیشٹھیرا کو بلایا۔

یودھیشٹھیرا نے ہدف کو نشانہ بنایا۔ اس نے اپنا تیر تیار کیا۔ اچانک ڈرون کی آواز تیزی سے آئی۔

"یودھیشٹھیرا! "

لڑکا انتظار کر رہا تھا۔ "کیا دیکھتے ہو؟" سوال آیا.

"اے مالک!" یودھیشٹھیرا نے جواب دیا۔ "میں تمہیں دیکھتا ہوں، میں درخت دیکھتا ہوں، میں پتے دیکھتا ہوں، میں پرندے کو دیکھتا ہوں" اس نے کہا۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ، یودھیشٹھیرا!" ڈرون نے کہا۔ "آپ ہدف کو اچھی طرح سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اسے مار سکیں۔ آپ اپنا مقصد کھو دیں گے۔"

اس کے بعد دریودھن کی باری تھی۔ ڈرون نے وہی سوال کیا۔ دوریودھن نے کہا، "اے ماسٹر! میں آپ کو دیکھتا ہوں، اور میں دوسرے طالب علموں کو دیکھتا ہوں! اور میں درخت، شاخیں اور پتے دیکھتا ہوں! اور میں پرندے کو دیکھتا ہوں! بہت سی چیزیں میری آنکھوں کو دکھائی دیتی ہیں!" اس نے فخر سے کہا۔



" تم اپنے مقصد سے محروم رہو گے، دریودھن!" جواب آیا

بھیما کی، نکول کی، سہدیو کی اور دوسروں کی باری اسی طرح گزری۔

آخر کار ارجن کی باری تھی۔ اس نے اپنا تیر تیار کیا۔ وہ باقی سب کچھ بھول گیا۔ وہ خود کو بھی بھول گیا۔ اس نے لکڑی کے پرندے پر توجہ دی۔

ڈرونا نے اس سے پوچھا، "ارجن، تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

"پرندے کی آنکھ، اے مالک،" ارجن نے کہا۔ "میں وہی دیکھ رہا ہوں۔"

ڈرون سمجھ گیا کہ ارجن پوری طرح ہدف پر مرکوز ہے۔ تو اس نے اس سے کہا اپنا تیر چھوڑ دو۔

ارجن نے اپنا تیر چھوڑا۔ تیر سیدھا اور ٹھیک نشانے کی طرف نکلا۔ اس نے پرندے کی آنکھ کو چھید دیا۔

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy



ہاتھی کا وزن

ایک بار ایک امیر آدمی نے اپنے پسندیدہ ہاتھی کا وزن کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کیسے؟ اس نے اپنے گاؤں کے لوگوں سے خیالات پوچھے۔ ان میں سے ایک نے کہا، "ہمیں ایک بڑا ترازو لانا چاہیے!" لیکن دوسروں نے اس سے پوچھا، "کس کے پاس ہاتھی کے وزن اتنا بڑا ترازو تولنے کے لیئے ہے؟

"میں جانتا ہوں!" ایک اور نے کہا. "ہمیں ہاتھی کو ٹکڑوں میں کاٹنا چاہیئے اور ہر ٹکڑے کا الگ الگ وزن کرنا چاہیے۔" کتنا خوفناک خیال ہے! لیکن اس سے بہتر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب کام پر واپس چلے گئے۔

ایک متجسس بچہ بڑوں کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ "وہ کبھی ہاتھی کا وزن کیسے ناپ سکیں گے؟" اس نے حیرت کیا۔

"یہ نا ممکن ہے!" لیکن پریشانی نے اس کے دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں سوچنا نہیں روک سکتا تھا۔

اب اس بچے کو دریا کے کنارے بیٹھ کر تمام کشتیوں کو آتے جاتے دیکھنا پسند تھا۔

ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک کشتی پانی میں بہت نیچے بیٹھی ہے۔
اس کے اطراف میں لہریں بلند ہو رہی تھیں۔

اچانک لڑکا چھلانگ لگا کر امیر کے گھر کی طرف بھاگا۔
"میں آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ آپ کے ہاتھی کا وزن کتنا
ہے!" اس نے اسے بتایا۔ اور اس سے ہاتھی کو دریا
کے کنارے لانے کو کہا۔

سارے گاؤں والے ارد گرد جمع ہو گئے۔ لڑکا ہدایات
دینے لگا۔ "ہمیں ایک مضبوط کشتی کی ضرورت ہے!"
انہوں نے کہا۔ ایک کشتی لائی گئی۔ "اب ہاتھی کو کشتی
میں سوار ہونا چاہیئے!"

ہاتھی کے داخل ہوتے ہی کشتی
پانی کی سطح سے تھوڑا نیچے ہوئی



لڑکے نے مار کر لیا جو وہ گھر سے لایا تھا۔ اس نے کشتی کے اس طرف ایک لکیر کھینچی جہاں پانی کی سطح اسے چھوتی تھی۔ "اب ہاتھی کو کشتی سے نکالو!" اس نے ہدایت کی۔ جلد ہی ہاتھی کنارے پر محفوظ کھڑا تھا۔ اور کشتی پانی میں اٹھ چکی تھی! سائیڈ پر لائن صاف نظر آ رہی تھی!

" اب کچھ پتھر کشتی پر لادنے دو!" اگلا حکم تھا





"پتھروں کو اس وقت تک لادتے رہیں جب تک کہ کشتی وہاں تک نہ ڈوب جائے جہاں وہ پہلے تھی! کنارے کی لکیر کو پانی کی سطح کو چھونے دو!"

"رکو!" جب لائن پانی تک پہنچی تو لڑکے نے کہا۔ "اب کشتی کے تمام پتھروں کا کل وزن ہاتھی کے وزن کے برابر ہے!"

گاؤں والوں نے تالیاں بجائیں۔ "کیا ہوشیار بچہ ہے!" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا. لیکن لڑکے نے چیخ کر ایک سوال کیا : کیا ہم پتھروں کا کل وزن معلوم کریں ؟

فوری طور پر، لوگ اپنے بیلنس ترازو جمع کرنے کے لئے ان کے گھروں کو بھاگ گئے. ایک ایک کر کے کشتی سے پتھر نکالے گئے۔ گاؤں کے بچوں نے بلائے جانے پر وزن لکھ دیا۔

آخر کار آخری پتھر کا وزن کیا گیا۔ تمام پتھروں کے وزن کو جوڑ دیا گیا۔ تمام حساب دوبار چیک کیئے گئے۔ لڑکے نے کل پڑھا۔ اور امیر آدمی خوشی سے ہنس پڑا! اس کے لیئے ہاتھی کا وزن تھا۔

ایک روایتی چینی کہانی



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdui Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

ایک بہت لمبی کہانی

ایک دفعہ ایک بادشاہ تھا جسے ہر قسم کی کہانیاں پسند تھیں۔ جب بھی اس کے پاس کوئی فالتو لمحہ ہوتا، وہ اپنے عملے میں سے کسی ایک وزیر، ایک جنرل، ایک گارڈ، یہاں تک کہ ایک باغبان کو بلواتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ اپنی پسند کی باتیں سنائیں۔ اس کی کہانیوں کی بھوک کبھی پوری نہیں ہوتی تھی۔

ایک دن اس نے مزید لوگوں کی کہانیاں سننے کا طریقہ سوچا۔ "میں کہانی سنانے کا مقابلہ کروں گا!" اس نے فیصلہ کیا۔

سلطنت کے کونے کونے میں اعلان ہوا: "بادشاہ اس کہانی سنانے والے کو سونے کے 1,000 سکے دے گا جو طویل ترین کہانی سنائے گا!"

مقابلے میں حصہ لینے کے لیئے دور دراز سے کہانی کار آتے تھے۔ اور ان کی کہانیاں لمبی تھیں! ایک کو بتانے میں پورا ہفتہ لگا۔ دوسرے کو دس دن لگے۔ ابھی تک ایک اور کہانی پورے مہینے تک پھیلی ہوئی تھی! لیکن بادشاہ ہمیشہ کہنے والوں سے کہتا تھا کہ تمہاری کہانی زیادہ لمبی نہیں ہے۔ اور وہ انہیں رخصت کر دیتا۔

کہانی سنانے والے آتے رہے۔ بادشاہ انہیں رخصت کرتا رہا۔ یہ سلسلہ مہینوں تک چلتا رہا یہاں تک کہ۔

ایک دن ایک شاطر شاعر محل میں پہنچا۔ "مجھے وہ 1000 سونے کے سکے جیتنے چاہیئے!" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

جب اس کی باری بادشاہ سے ملنے کی آئی تو اس نے اس سے کہا، "مہاراج، مجھے ایک بہت لمبی کہانی معلوم ہے، اسے پوری طرح بتانے میں زندگی بھر لگ جائے گی!"

"بہترین!" بادشاہ نے کہا. "اب، شروع کرو!"



شاعر نے کہا۔ "لیکن آپکو ایک شرط ماننی ہوگی۔" "ٹھیک ہے،"

۔"مجھے بتاؤ،" بادشاہ نے کہا

"آپ کو ضرور کہنا ہوگا، 'اور پھر؟ اور پھر؟' جب آپ سنیں،" شاعر نے کہا۔

"کیا یہ سب ہے؟" بادشاہ نے پوچھا. چنانچہ، شاعر نے شروع کیا:

ایک زمانے میں ایک امیر اور خوشحال سلطنت تھی۔ اس کے دھان کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ عوام کبھی بھوکے نہیں سوئے۔ انہوں نے سخت محنت کی اور خوش تھے۔

ایک ایسا موسم آیا جب دھان اس طرح پھلا جیسے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ فصل بہت بڑی تھی! پوری مملکت میں تازہ صاف کیئے گئے اناج کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

بادشاہ کے وزیروں میں سے ایک نے مشورہ دیا، "آئیے ہم ایک بہت بڑا غلہ خانہ بنائیں۔ سارا افاضل غلہ وہاں ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر ہماری فصلیں بھی نہ ہو جائیں تو ہم لوگوں کو کھانا کھلا سکیں گے۔" بادشاہ راضی ہو گیا۔

ہزاروں آدمی نئے اناج پر کام کرنے آئے۔ جب یہ ختم ہوا تو دنیا میں اس جیسا کچھ نہیں تھا! لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے تھے۔ یہ نہ صرف بہت بڑا تھا؛ یہ سب سے اوپر تک اناج سے بھرا ہوا تھا۔

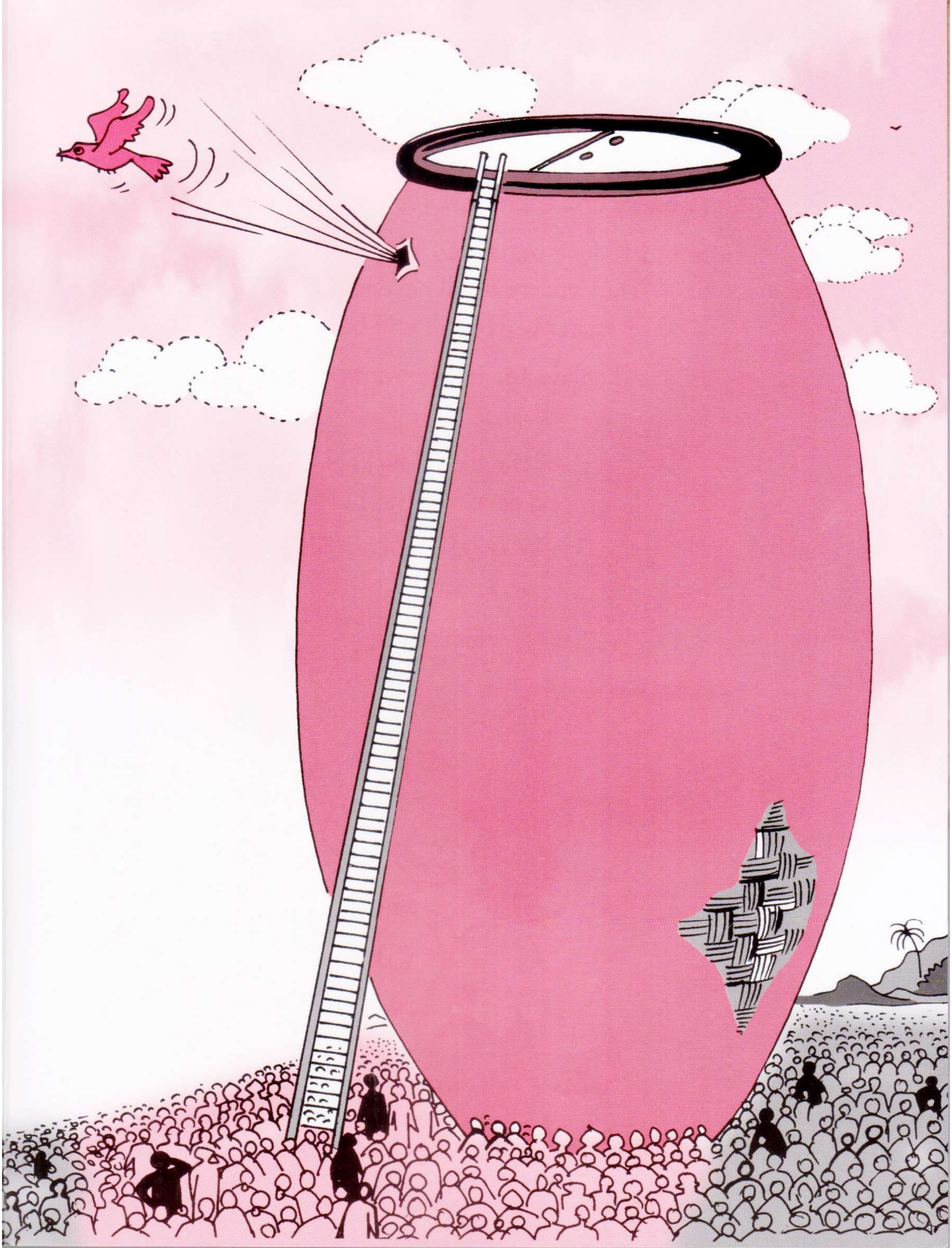
اب اناج کی دیوار پر ہوا کے گزرنے کے لیے ایک چھوٹا سا سوراخ بنا دیا گیا تھا۔ ایک دن ایک گوریا نے اس سوراخ کو دیکھا۔ وہ اڑ کر اندر آئی اور اپنی چونچ سے چاول کا ایک دانہ اٹھا لیا۔ پھر وہ اناج کو اپنے گھونسلے میں لے گئی۔

شاعر نے توقف کیا۔ بادشاہ نے پوچھا "اور پھر؟"

"گوریا واپس غلہ خانہ میں اڑ کر گئی اور وہ اپنی چونچ میں چاول کے دانے لے کر فررر، دوبارہ باہر آئی، اس نے اس دانے کو اپنے گھونسلے میں ڈال دیا۔۔۔"

شاعر نے توقف کیا۔ بادشاہ نے پوچھا "اور پھر؟"





"دوبارہ، گوریا غلہ خانہ میں اڑ کر گئی اور اپنی چونچ میں چاولوں کا ایک دانہ لے لیا۔ فرررر! پھر سے، وہ اپنے گھونسلے کی طرف اڑ گئی۔۔۔"

شاعر نے اپنی کہانی کو آگے بڑھایا۔ اس نے بتایا کہ چڑیا بار بار اناج کی طرف جاتی تھی اور ہر بار چاول کا ایک ایک دانہ نکالتی تھی۔

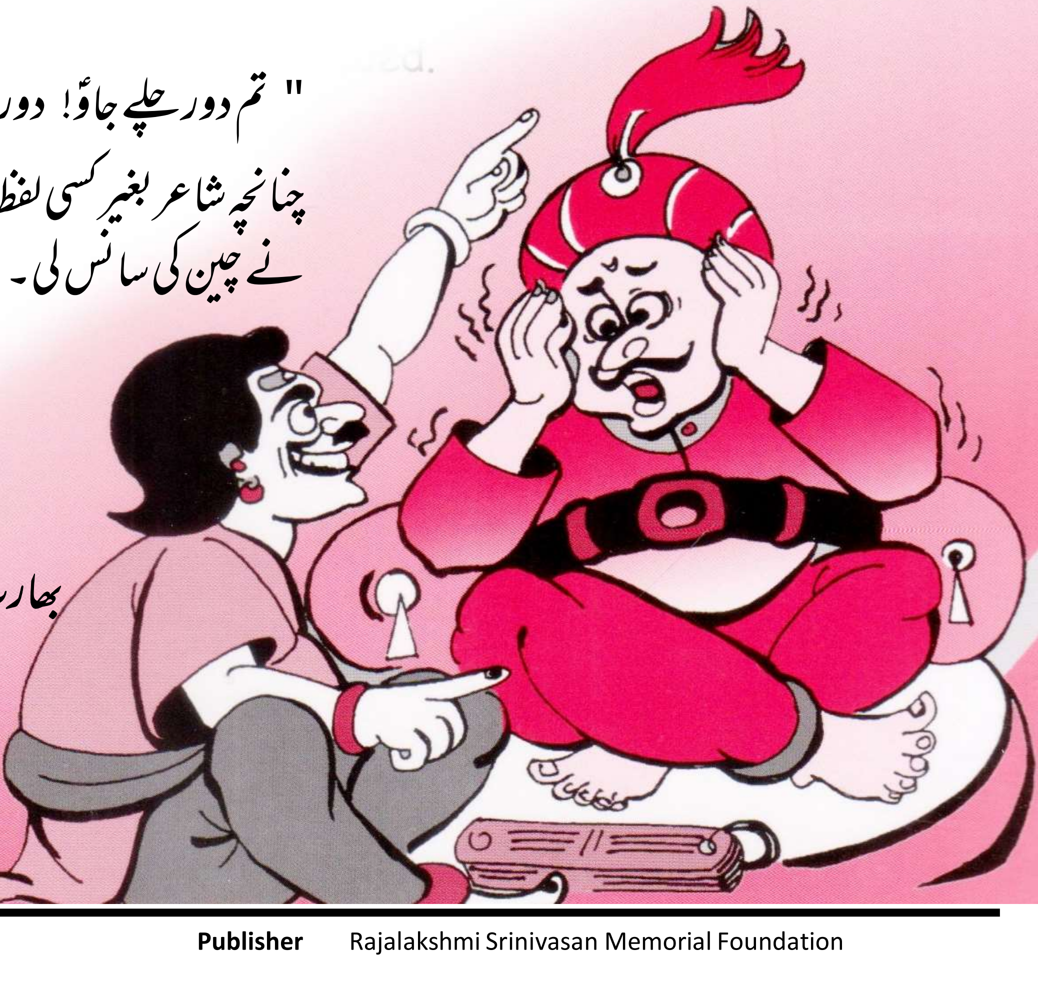
بادشاہ جلد ہی صبر کھونے لگا۔ "اور پھر؟ اور پھر؟" انہوں نے کہا. لیکن وہ سوچ رہا تھا، "وہ چڑیا اپنے چاولوں کے دانے لے کر آگے پیچھے اڑنا کبھی نہیں روکے گی۔ میری زندگی اس کہانی کے مکمل ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی! "

اس نے کان ڈھانپ کر اپنے نوکروں کو بلایا۔ "مجھے سونے کے 1000 سکے لاؤ!" اس نے گرجکر کہا۔

شاعر کہہ رہا تھا "اور پھر پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف اڑ گیا..." اب وہ رک گیا اور انتظار کرنے لگا۔ بادشاہ نے اسے سونے کے ایک ہزار سکے دیئے۔

شاعر نے اچھے طریقے سے اپنا شکریہ ادا کرنا شروع کیا لیکن بادشاہ نے اسے خاموش کر دیا۔

" تم دور چلے جاؤ! دور، دور! " اس نے حکم دیا۔
چنانچہ شاعر بغیر کسی لفظ کے محل سے چلا گیا۔ اور بادشاہ نے چین کی سانس لی۔



بھارت سے ایک لوک کہانی

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

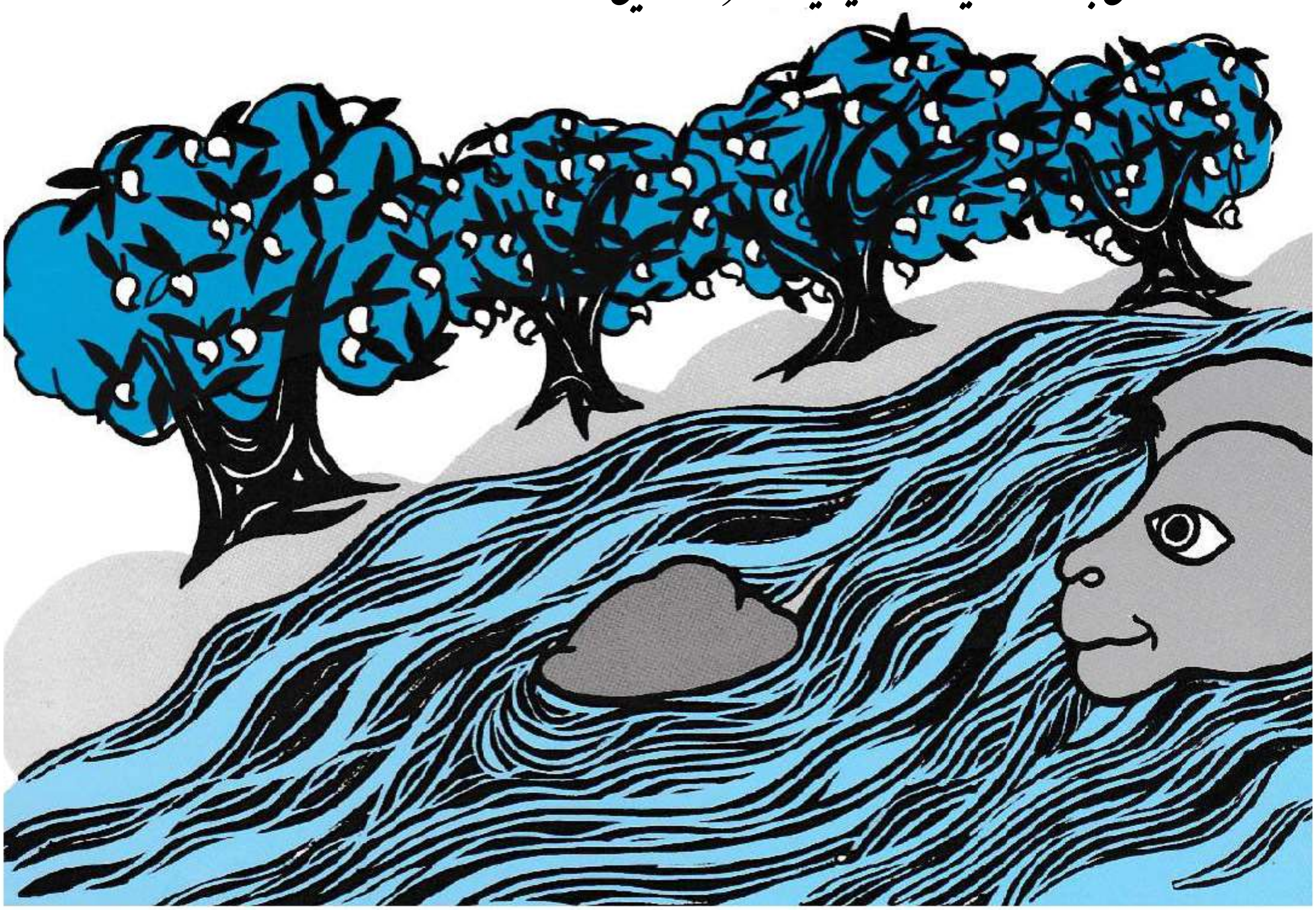
نندار یا اور مگرمچھ

نندار یا، بہادر چھوٹا بندر، گھنے اور خطرناک جنگل میں اکیلیے گھومنا پسند کرتا تھا۔

ایک دن وہ ایک وسیع دریا پر آیا جس کے بیچ میں ایک جزیرہ تھا۔ اور کیا جزیرہ ہے! سرے سے سرے تک آم کے درختوں سے بھرا پڑا تھا۔ پکے پھل اپنے پتوں کے درمیان دلکشی سے چھپ جاتے ہیں۔

میں ان آموں کو چکھنا پسند کروں گا!" نندار یا نے سوچا۔ "لیکن دریا اتنا چوڑا اور تیز ہے۔ میں کیسے پار کر پاؤ‌ں گا؟"

اچانک اس نے دیکھا کہ ایک چٹان پانی کے اوپر اٹھتی ہے، جزیرے کے آدھے راستے پر۔ آہا! ... ایک بڑی چھلانگ میں نندار یا چٹان تک پہنچ گیا۔ ایک اور چھلانگ اسے جزیرے پر لے آئی۔ ایک خطرناک کراسنگ! لیکن بہادر نندار یا کے لیے زیادہ خطرناک نہیں!



نندآریا نے درخت پر چڑھ کر آم چکھا۔ یہ مزیدار تھا! اس نے ایک اور آزمایہ۔ اس کا ذائقہ اور بھی بہتر ہے!

نندآریا نے اپنے دل کی تسلی کے لیئے آم کھائے۔ پھر اس نے واپس چٹان پر چھلانگ لگائی اور وہاں سے واپس دریا کے کنارے پر آگیا۔ پھر وہ گھر چلا گیا۔

اس رات نندآریا نے اپنی ماں اور باپ کو جزیرے اور اس کے شاندار پھل کے بارے میں سب کچھ بتایا۔

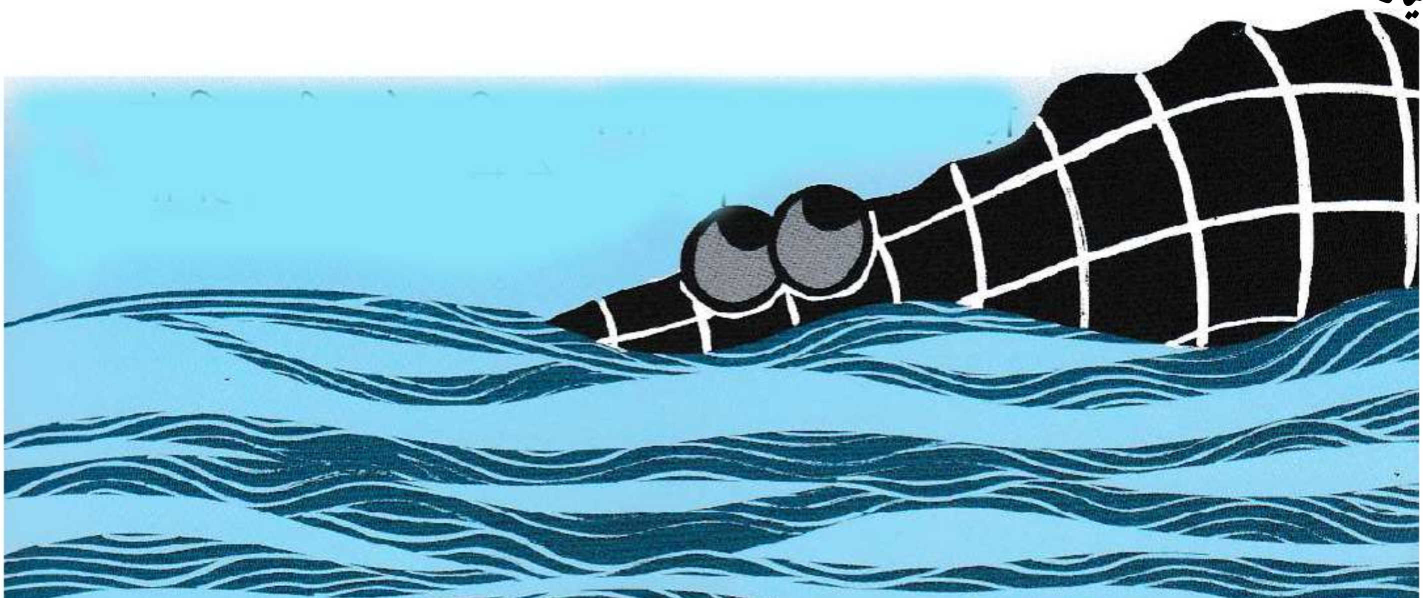
"میرے ساتھ آؤ اور مزے کرو..." اس نے انہیں دعوت دی۔ ''ہمارے پاس وقت نہیں ہے،'' انہوں نے جواب دیا۔ نندآریا کے دوستوں نے بھی انکار کر دیا۔ "وہ جزیرہ بہت دور ہے،" انہوں نے کہا۔

نندآریا ان کے سوچ کو نہ بدل سکا۔ چنانچہ جب وہ جزیرے پر جاتا تو ہمیشہ خود ہی جاتا۔ کیا اس خیال نے اسے پریشان کیا؟ ہر گز نہیں۔ گھرے جنگل میں اتنے بہادر چھوٹے بندر کے لیئے کوئی خوف نہیں تھا۔

لیکن خطرہ منڈلا رہا تھا! ایک مگرمچھ نے نندآریا کے آنے جانے کو دیکھا تھا۔ "اوہ! ایک چھوٹا بندر اکیلے گھوم رہا ہے! کیا لذیز دعوت ہے!" اس نے خود سے کہا. اس نے بندر کو کھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ٹھنڈے دماغ میں ایک منصوبہ بنا۔ یہ نندآریا کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

خراب موسم نے نندآریا کو چند دنوں تک گھر میں رکھا۔ اور اگلی بار جب وہ آم لینے گیا تو اسے ایک جھٹکا لگا! بارش نے دریا کو سطح کو اونچا کر دیا تھا! چٹان کی چوٹی تقریباً اونچے پانی سے چھپی ہوئی تھی۔

"مجھے ہوشیار رہنا چاہیئے،" نندآریا نے سوچا۔ "ورنہ یہ بہتا ہوا دریا مجھے بہا لے جائے گا!" اس نے اپنی طاقت جمع کی اور چھلانگ لگا دی۔ کامیابی! وہ چٹان کی چوٹی پر سیدھے اترا۔ پھر ایک اور چھلانگ لگا کر وہ جزیرے پر پہنچ گیا۔



وہ واپس آنے پر کتنا پرجوش تھا! اس نے آہستہ سے مزے لیکر کھایا۔ اس نے سب سے پکے پھل کا انتخاب کیا۔ اس نے ہر لقمہ کا مزہ لیا۔

اور اب گھر جانے کا وقت تھا۔ نندا ریا چٹان کو چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن ٹھہرو! پتھر مختلف لگ رہا تھا! اس نے اسے غور سے دیکھا۔ ہممم۔ وہ اب اس کے آنے کے وقت سے بڑا تھا۔ یہ پھولے ہوئے دریا کے اوپر بلند ہوا۔ "کوئی مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے!" اس نے محسوس کیا. لیکن کون؟ اس نے جاننے کی کوشش کی۔



"بھائی پتھر! آج آپ کیسے ہیں؟" اس نے بلایا. کوئی جواب نہیں آیا۔ "تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے؟ کیا ہماری دوستی ختم ہو گئی ہے بھائی؟" اس نے پوچھا۔

مگرمچھ پانی میں سر اور دم کو چھپائیے چٹان کے اس پار پڑا تھا۔ نندا ریا کی مدھم چیخ سن کر اس نے تھوڑا سا سر اٹھایا۔ اب یہ نندا ریا کو صاف سن سکتا تھا: "بھائی پتھر، بھائی پتھر!"

لالچ سے بے وقوف بنا، مگرمچھ نے سوچا، "اوہ! بندر اور چٹان کی دوستی ہونی چاہیئے۔ اچھا ہو گا کہ میں جواب دوں۔" "وہ کیا تھا بچے؟" اس نے بلایا اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا



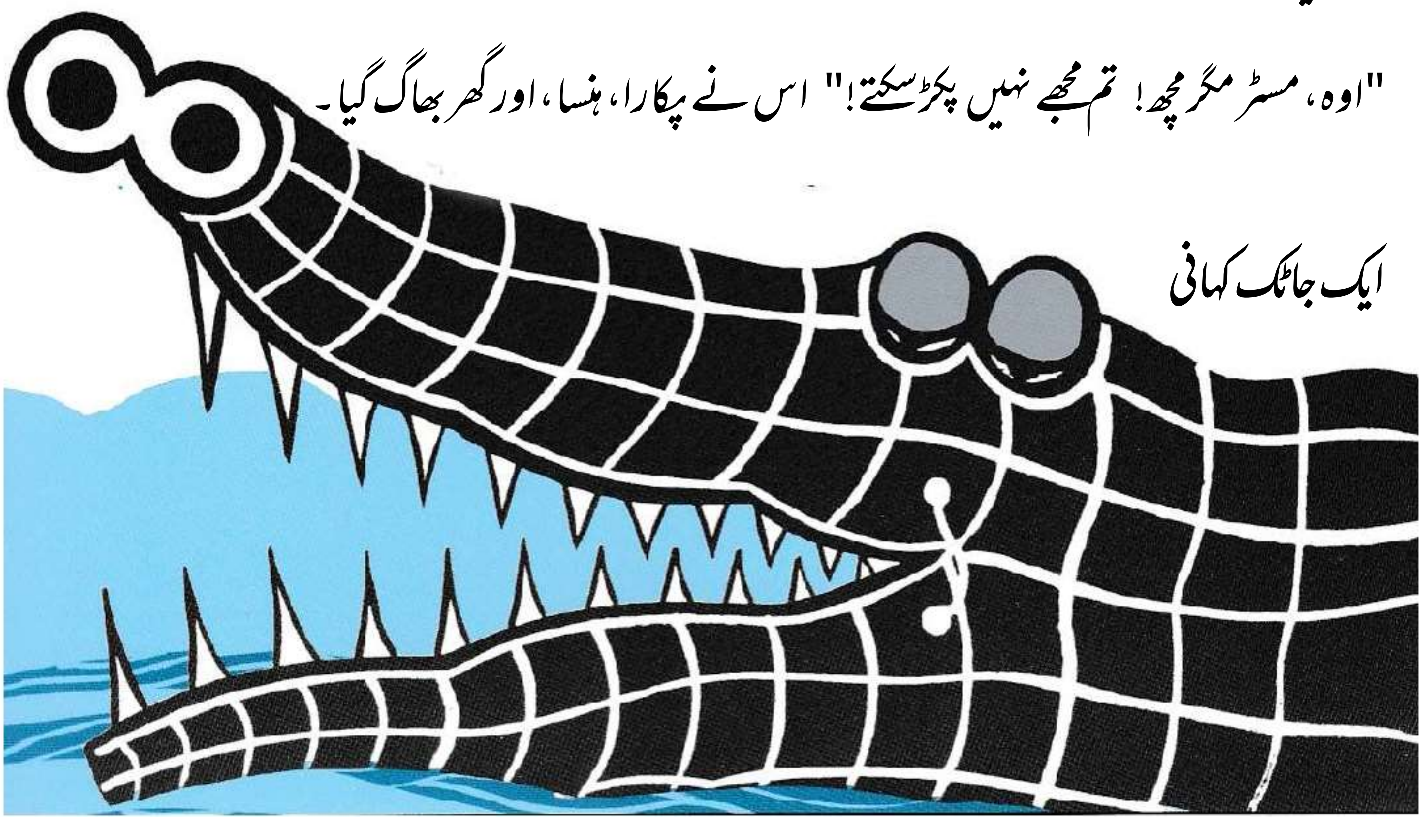
اب نندار یا سمجھ گئی تھی۔ "ہیلو، مسٹر مگرمچھ!" اس نے بلایا۔ "کیا میں آپ کے لیئے کچھ کر سکتا ہوں؟" مگرمچھ کا منصوبہ ظاہر ہو گیا! وہ ناراض تھا! "میں تمہیں کھانا چاہتا ہوں!" وہ گرجا۔

"میں کیسے بچوں گا؟" نا ندریہ نے حیرت سے پوچھا۔ لیکن کیا وہ بے خوف نہیں تھا؟ اس نے جلدی سے سوچا اور منصوبہ بنایا۔

" ٹھیک ہے مسٹر مگرمچھ!" انہوں نے کہا. "تم نے مجھے رنگے ہاتھوں پکڑلیا ہے۔ میں سیدھا تمہارے منہ میں کودونگا۔ براہ کرم اسے کھول دو۔ لیکن اگر میں اپنا نشانہ کھو بیٹھا تو اپنی آنکھوں کو بچا نے کے لییۓ انھیں بند رکھیں۔"

بے وقوف مگرمچھ نے آنکھیں بند کرلیں اور منہ کھول لیا۔ نندار یا نے چھلانگ لگائی، اوپر، اوپر اور اوپر اور مگرمچھ کے جبڑوں کو پار کیا۔ وہ مگرمچھ کی پیٹھ کے بیچوں بیچ اترا اور دریا کے کنارے پر چھلانگ لگا کر چڑھ گیا۔

"اوہ، مسٹر مگرمچھ! تم مجھے نہیں پکڑسکتے!" اس نے پکارا، ہنسا، اور گھر بھاگ گیا۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy



چار دوست

ایک بار کچھوا، کوا، چوہا اور ایک ہرن گہرے دوست بن گئے۔ وہ ہر منٹ ایک ساتھ گزارتے تھے، صرف کھانا تلاش کرنے کے لیئے الگ ہوتے تھے۔ کوا، چوہا اور ہرن دور دور تک گھوم رہے تھے، جب کہ کچھوا اپنے گھر کے قریب جھاڑیوں اور گھاسوں میں گھوم رہا تھا۔

ایک شام کوا، کچھوا اور چوہا ہرن کا انتظار کر رہے تھے، جو چارہ کھا کر واپس نہیں آیا تھا۔ "کچھ تو ہوا ہو گا!" تینوں دوست پریشان ہو گئے۔

کوے نے کہا میں جا کر ادھر ادھر دیکھتا ہوں۔ یہ ہرن کی تلاش کے لیے اڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے دوست کو دیکھا۔ لیکن کچھ غلط ہوا تھا!



کوا دیکھنے کے لیے نیچے اڑ گیا۔ مصیبت! غریب ہرن شکاری کے جال میں پھنس گیا تھا! کوا جلدی سے دوسروں کی طرف لوٹ گیا۔ اس نے انہیں خوفناک خبر کی اطلاع دی۔

ہمیں ہرن کو بچانا ہے!" چوہے نے کہا. "میں جال کو کاٹ کر اسے آزاد کر دوں گا!" وہ کوے کی پیٹھ پر کود پڑا۔ کوا اسے وہاں لے آیا جہاں ہرن تھا۔

چوہا چباتا چباتا رہا اور آخر کار جال کٹ گیا۔ اس نے ہرن کو رسیوں سے آزاد ہونے میں مدد کی۔ پھر کون پہنچے سوائے کچھوے کے!

"ارے نہیں! تم نے ہمارے گھر کی حفاظت کیوں چھوڑ دی؟" چوہے نے پوچھا۔ "اگر یہاں شکاری آئے تو کوا اڑ جائے گا، ہرن بھاگ جائے گا اور میں بل میں چھپ جاؤں گا۔ لیکن تم پھنس جاؤ گے۔"

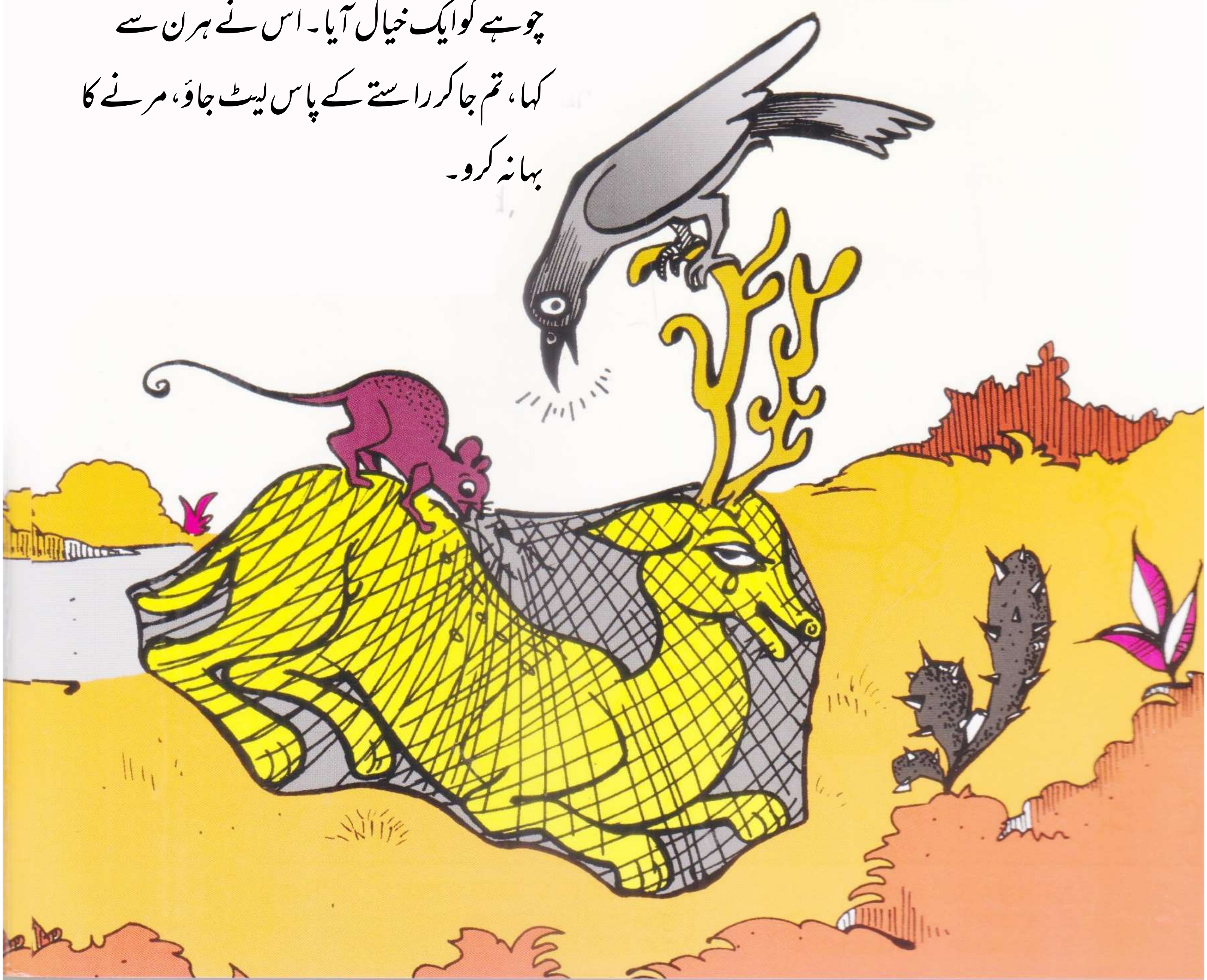
کچھوے نے کہا، "میں گھر پر نہیں رہ سکتا تھا کہ ہرن خطرے میں ہے۔" "مجھے آنا تھا۔"



وہ بول ہی رہے تھے کہ ایک شکاری اس جگہ آیا۔ ایک چھلانگ میں، ہرن غائب ہوگیا۔ چوہا قریبی بل میں داخل ہوگیا۔ کوا اڑ گیا۔

بیچارہ کچھوا! وہ پھنس گیا تھا۔ شکاری نے کچھ لمبے لمبے گھاس نکالے اور انہیں ایک رسی میں باندھ دیا۔ پھر اس نے کچھوے کے پاؤں آپس میں باندھ دیئے۔ خوفزدہ جانور کو اپنے کندھے پر اٹھا کر وہ گھر کی طرف جانے لگا۔ دوست اپنے چھپنے کی جگہوں سے نکل آئے۔ ہرن نے کہا، "ہمیں کچھوے کو بچانا ہے!"

چوہے کو ایک خیال آیا۔ اس نے ہرن سے کہا، تم جا کر راستے کے پاس لیٹ جاؤ، مرنے کا بہانہ کرو۔



اس نے کوے سے کہا، "تم ہرن کے اوپر بیٹھو اور اسے چونچ سے مارنے کا بہانہ کرو۔ شکاری تمہیں دیکھ کر کچھوے کو نیچے رکھ دے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو میں رسی کاٹ کر کچھوے کو آزاد کر دوں گا۔"

ان سب نے پلان پر عمل کیا۔ شکاری نے دیکھا کہ ہرن راستے کے قریب پڑا ہے۔ ایک کوا اس کے جسم کو چونچ مار رہا تھا۔ شکاری نے کچھوے کو نیچے رکھا اور ہرن کے پاس چلا گیا۔ پھر چوہے نے رسی کاٹ کر کچھوے کو آزاد کر دیا۔ جب شکاری ہرن کے قریب پہنچا تو وہ چھلانگ لگا کر بھاگ گیا۔ کوا اڑ گیا۔ شکاری حیرت سے ان کے پیچھے دیکھنے لگا۔ اور جب وہ کچھوے کو لینے واپس مڑا تو وہ بھی غائب ہو چکا تھا!

ایک پنچتنتر کی کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

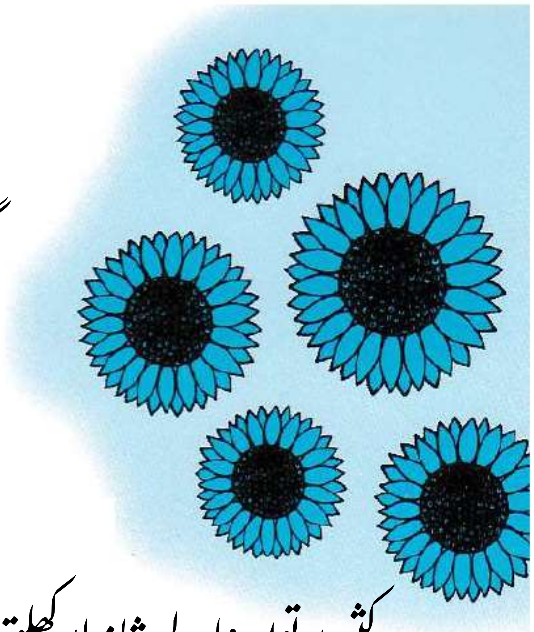
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟



صاف پانی کے موتیوں کے ساتھ بندھے ہوئے
گول پتے سکون سے تیرتے ہیں۔
ان کے اوپر مضبوط ڈنٹھل پر جبکہ
لاجواب پھول کھلتے ہیں۔

بڑے اور چمکدار پھول
ترہی کی شکل کے سرخ پھول
ہلکی ہوا کے جھونکے میں جھومنا
ان کے پتلے ریشہ باہر جھانک رہے ہیں۔

کثیر پرتوں والے شاندار کھلتے ہیں۔
سنہری پیلے یا گہرا نارنگی میں
ہار اور سجاوٹ میں بُنے ہوئے ہیں۔
تہوار کے کمروں کو روشن کرتے ہوئے۔

بڑے اور پیلے اور شہد کی مکھیوں کے ساتھ غول،
وہ سورج کی طرف بڑھتا ہے!
وہ ہمیں بیج دیتا ہے اور- شہد کی مکھیوں کے ذریعے۔
سب سے مزیدار شہد!

جیسے ہم آہستہ آہستہ کھولتے ہیں
ہماری پرتوں والی پنکھڑیوں کو دکھانے کے لیئے
اور ہماری میٹھی خوشبو تقسیم ہوتی ہے۔
ہمارے کانٹے دار تنے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔

مسکراتے ہوئے گچھے۔
برفیلے سفید گچھے۔
بیل کے اوپر چھوٹے چھوٹے پھول
ان کی خوشبو رات کی ہوا کو کیسے معطر کر دیتی ہے!

گلاب، گڑھل، میری گولڈ، سورج مکھی، کمل، چمبیلی



اس کے پنکھ ہیں۔
لیکن یہ اڑ نہیں سکتا
اس کی صرف دو ٹانگیں ہیں۔
لیکن یہ گھوڑے کی طرح دوڑ سکتا ہے۔

پیلے پاؤں، پیلی چونچ،
آنکھوں کے گرد پیلے رنگ کے حلقے
سیٹی بجانا اور چہچہانا
اور کراہتے اور کراہتے
وہ آپ کی کال کا جواب دیتا ہے۔

یہ اندھیرے میں شکار کرتے ہوئے چیختا ہے۔
فجر کے وقت یہ اپنے آرام دہ گھونسلے میں داخل ہوتا ہے،
اپنی گول آنکھیں بند کرتا ہے، اور سو جاتا ہے۔

سر پر سرخ پھول۔۔۔ مگر کون توڑے گا؟
ٹانگ پر زرد کانٹا- لیکن اسے کون نکالے گا؟
صبح، جاگنے والا پکارنے والا- اسے کون نظر انداز کر سکتا ہے؟
اکھاڑے میں، ایک سخت مدمقابل- کون اسے شکست دے سکتا ہے؟

آہ! میرے پرستار۔
اپنی ہزار چمکتی آنکھوں سے
اس کے چمکتے سبز اور نیل کے ساتھ
اس کے سب سے چھوٹے پنکھوں کے ساتھ کپکپاہٹ
میرے شاندار رقص میں!



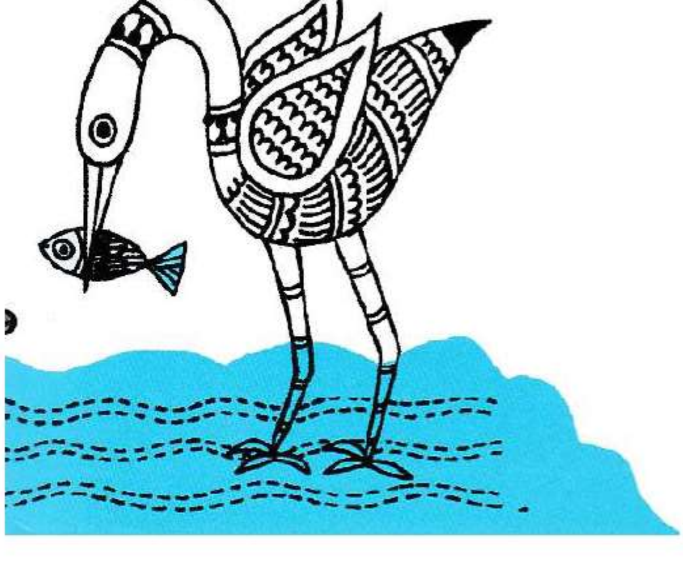


میرے پاس اڑنے کے لیے مضبوط پر ہیں۔
میرے پاس چلنے کے لیے مضبوط ٹانگیں ہیں۔
تیراکی کے لیے میرے پاس مضبوط، جھلی دار پاؤں ہیں۔
میرے پاس گانے کے لیے مضبوط آواز ہے۔
لیکن میرا گانا صرف ایک کویک ہے۔

یہ بلیک بیوٹی پیار سے گاتی ہے۔
اس کا مدھر گانا
لیکن آپ کو دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتی ہے۔
اور غائب ہو جاتی ہے۔



میں آپ کے پیغامات دور تک پہنچاتا ہوں۔
اور اپنے خاندان کے پاس واپس اڑ جاؤں
ہمیں وسیع حلقوں میں جوق در جوق دیکھیں
یا مینار کے نیچے اناج پر دعوت



پتے اور گھاس جمع کرنا
وہ اڑتی ہے اور اڑتی ہے اور اڑتی ہے۔
وہ بُنتی اور گوندھتی ہے۔
ایک دوسرے ریشوں کے ساتھ
پھر وہ غوطے لگاتی ہے!

اسے پانی میں کھڑا دیکھو
ابھی تک ایک مجسمے کی طرح۔
اب وہ بجلی کی طرح نیچے ڈوب گئی۔
اور اپنی چونچ میں مچھلی لے کر واپس آتی ہے!



وہ ایک خوبصورتی ہے!
اتنا سبز، اس کے مرجان سرخ منہ کے ساتھ!
وہ گاؤں میں سکون سے رہتی ہے۔
یا میدان پر دلیری سے دوڑتی ہے



یہ کالی قمیض والا بندہ
دن بھر کام کرتا ہے۔
اور اگر آپ اسے دوپہر کے کھانے پر مدعو کرتے ہیں۔
!کا! کا! کا
وہ اپنے پورے قبیلے کو بلاتا ہے!

اس کی ایک تیز خمیدہ چونچ ہوتی ہے۔
اس کی بصارت تیز ہوتی ہے۔
اس کے مضبوط کھردرے پنکھ ہوتے ہیں۔
یہ شکار کی تلاش میں آسمان میں اونچی پرواز کرتا ہے۔

کوا، عقاب، مور، طوطا، کوئل، کبوتر، سارس،
مرغ، الو، مینا، شترمرغ، ویور برڈ، بطخ

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

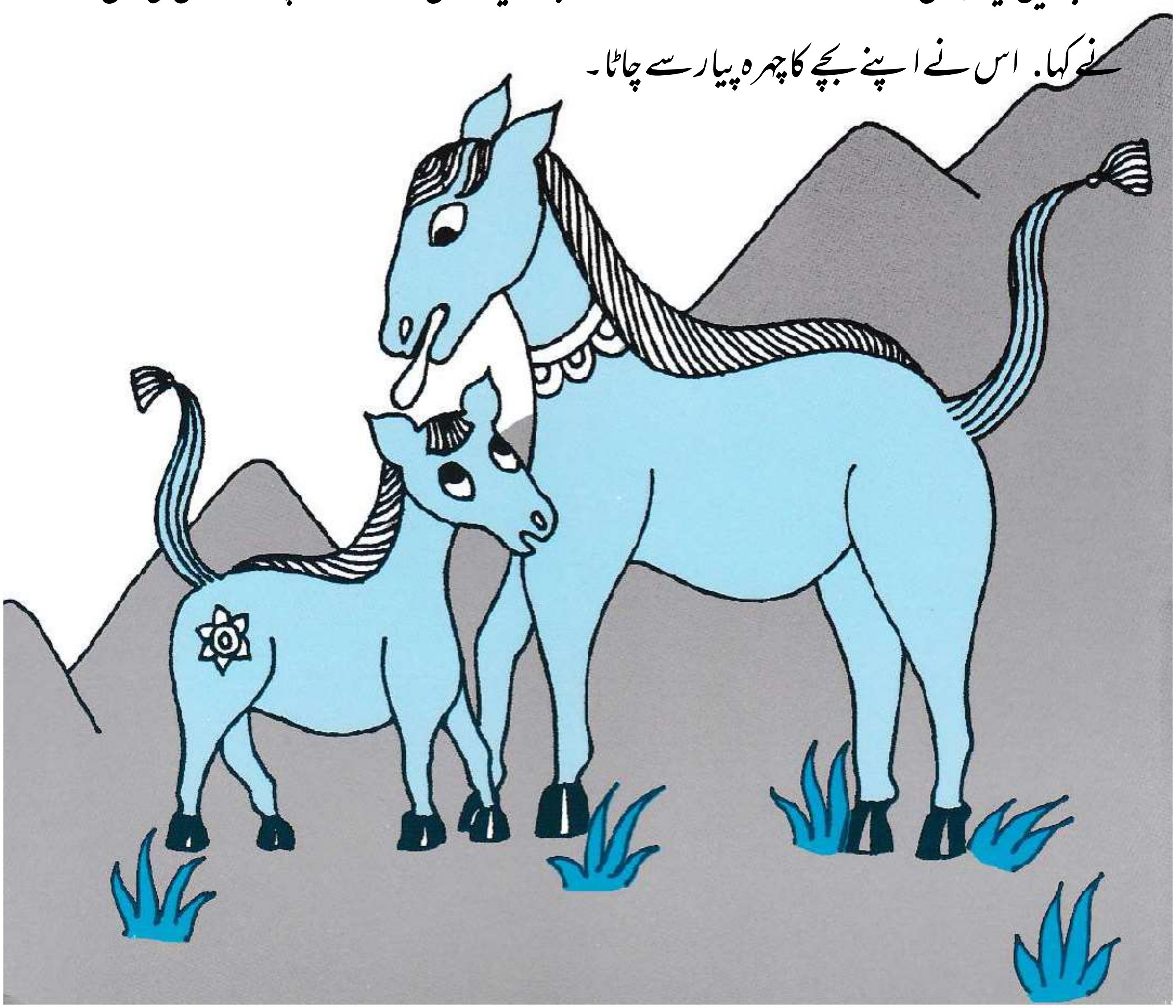
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

چھوٹا گھوڑا اور دریا

ایک بار ایک چھوٹا گھوڑا اپنی ماں کے ساتھ ایک خوبصورت درختوں والی وادی میں رہتا تھا۔ چھوٹا گھوڑا اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا۔ یہ انکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا! دن ہو یا رات، جب وہ اکٹھے ہوتے تو وہ اپنے جسم کو اس سے لگا کر رہتا۔

ایک دن گھوڑے کی ماں نے اپنے بچے سے شفقت سے بات کی۔ "ڈیئرون،" اس نے کہا، "تم اب بچے نہیں رہے، تم کب کام شروع کرنے کے لیئے تیار ہو گے؟"

"اب میں تیار ہوں!" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ "بتاؤ کیا کروں!" "بہت اچھا!" اس کی ماں نے کہا. اس نے اپنے بچے کا چہرہ پیار سے چاٹا۔



اناج کی یہ بوری چکی میں لے جاؤ تاکہ آٹا پیس جائے۔ "

" ہاں ماں!" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ اس نے انتظار کیا جب تک بوری اس کی پیٹھ پر اٹھائی گئی۔ پھر مل کے لیے نکلا۔ لیکن اچانک رک گیا۔ "اوہ، نہیں!" اس نے کہا۔ "یہ کیا ہے؟" چکی کا راستہ ایک دریا کے پار جاتا ہے! چھوٹے گھوڑے نے بہتے پانی کو دیکھا۔ "کیا میں اس پار جاسکوں گا؟" اس نے تعجب کیا۔

ایک بیل قریبی کھیت میں چر رہا تھا۔ "مسٹر بیل! مسٹر بیل!" چھوٹا گھوڑا بلایا۔ "مجھے بتائیں، مسٹر بیل، کیا میں دریا پار کر سکتا ہوں؟"

"غور سے دیکھو!" بیل نے کہا۔ "اس دریا کا پانی میرے گھٹنوں تک نہیں آتا۔ یہ تمہارے لیے اتنا اونچا کیوں ہو؟" چھوٹے گھوڑے نے ہمت کی۔ اس نے دریا میں قدم رکھا۔ لیکن اچانک ایک آواز آئی، "رک جاؤ! جلدبازی نہ کرو! "

" وہاں کون ہے؟" چھوٹے گھوڑے سے پوچھا۔





اس نے گردن پھیلا کر سیدھا اوپر دیکھا۔ "اوہ! یہ ایک گلہری ہے! "

اور ایسا ہی تھا! گلہری چھوٹے گھوڑے کے اوپر ایک درخت کی شاخ پر کھڑی تھی۔ "اس بوڑھے بیل کی بات مت سنو!" اس نے ڈانٹا۔ "یہ دریا بہت، بہت گہرا ہے! کل میرے دوست کو بہتے پانی نے نیچے کھینچ لیا تھا۔ یہ تقریبا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا! "

بیچارا چھوٹا گھوڑا الجھ گیا۔ کیا پانی گہرا تھا؟ یا نہیں؟ کون صحیح تھا؟ گلہری؟ یا بیل؟ "میں گھر جا رہا ہوں،" اس نے فیصلہ کیا۔ "ماں مجھے بتائیں گی کہ کیا کرنا ہے۔"

چنانچہ چھوٹا گھوڑا دریا سے منہ موڑ کر واپس گھر چلا گیا۔ گھوڑے کی ماں اپنے چھوٹے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ "اتنی جلدی گھر کیوں آ گئے؟" اس نے پوچھا۔

چھوٹے گھوڑے نے اسے دریا کے بارے میں بتایا۔ "پانی اتنی تیزی سے بہتا ہے۔ میں دریا کی تہہ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیئے میں اس پار جانے سے ڈرتا ہوں!" اس نے کہا۔

"واقعی؟" گھوڑے کی ماں نے پوچھا۔ "میں ہر روز مل جاتی ہوں۔ میں ہمیشہ سلامت واپس آتی ہوں۔"

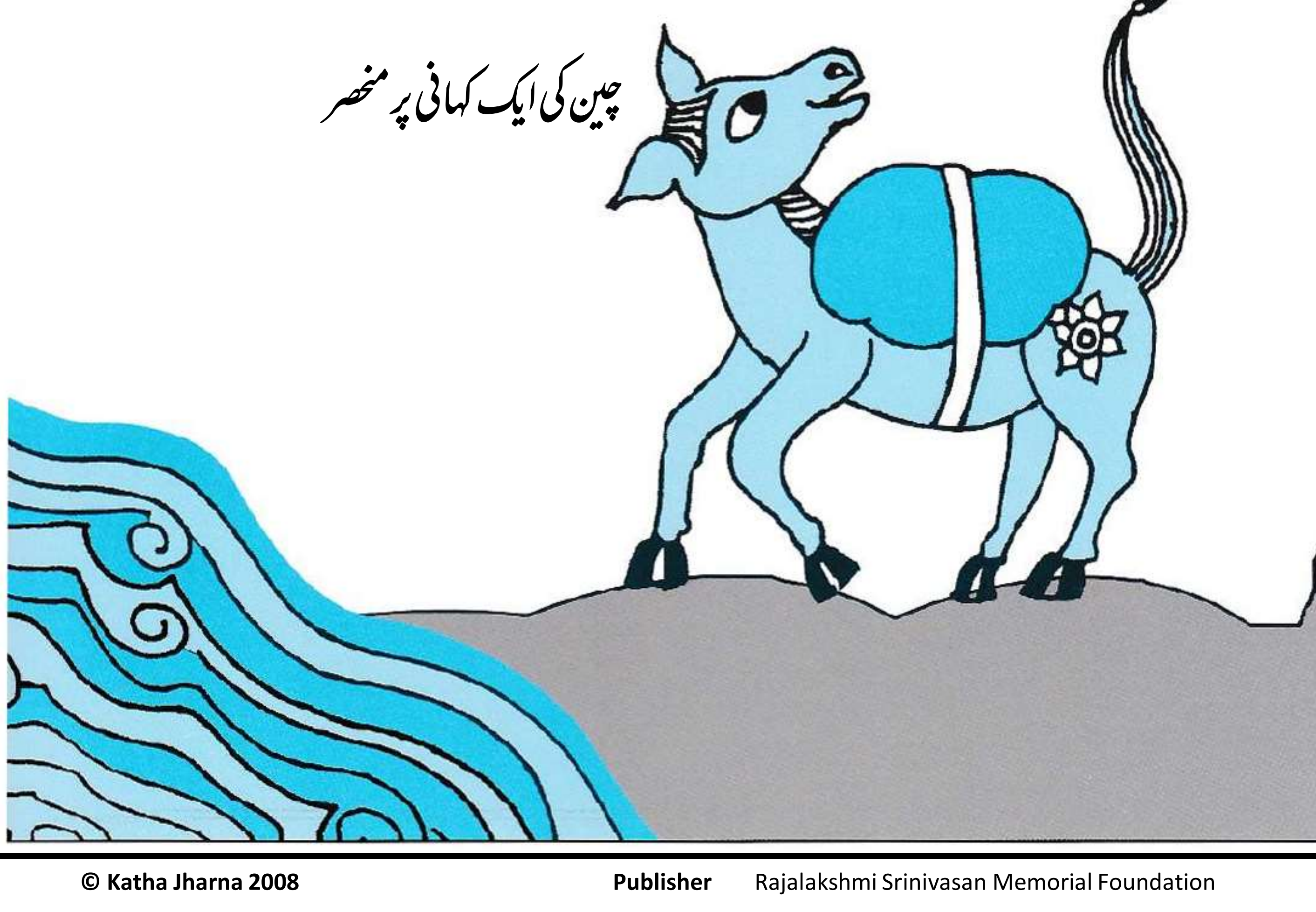
"ہاں، ماں۔ لیکن میں الجھن میں ہوں،" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ "مسٹر بیل نے مجھے بتایا کہ دریا بالکل بھی گہرا نہیں ہے، پانی صرف اس کے گھٹنوں تک آتا ہے۔ لیکن گلہری نے مجھے بتایا کہ دریا بہت گہرا ہے۔ بہتا ہوا پانی اس کے دوست کو تقریباً بہا لے گیا ہے۔ میں کیا کروں ماں؟"

گھوڑے کی ماں مسکرا دی۔ "مجھے بتاؤ، پیارے، بیل کتنا لمبا ہے؟ گلہری کتنی لمبی ہے؟ اور تمہارا قد کتنا ہے؟" اس نے پوچھا. "اب سوچو اور خود فیصلہ کرو کیا تم دریا کو پار کر سکو گے؟"

"آہا!" چھوٹے گھوڑے نے کہا اور خوشی سے پالا۔ "اب میں سمجھ گیا! دریا بالکل گہرا نہیں ہے! میرے لیئے نہیں!"

اور یہ خوشی دلی سے مل کے راستے پر چل پڑا۔

چین کی ایک کہانی پر منحصر



P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

ہماری بلی کا بچہ



بانواور و ینو کے پاس بلی تھی۔ وہ اسے بہت محبت اور خیال کرتے تھے! لیکن ایک دن ان کی پیاری بلی غائب ہوگئی۔ بانواور و ینو نے اپنے تمام جانکار مقامات کو دیکھا۔ وہ بس وہاں نہیں تھی۔

تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن۔ . "میاؤں، میاؤں!"

"یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟" بانوایک سیڑھی لے کراوپر چڑھ کرادھر ادھر دیکھنے لگی۔ آہا! "وہ یہاں ہے، و ینو! ہماری بلی یہاں اٹاری میں ہے!" اس نے بلایا. "اور اندازہ لگائیں اور کیا؟ پانچ بلی کے بچے! آؤاور دیکھو!"

و ینو سیڑھی سے چڑھ گئی۔ اور وہ وہاں تھی، ان کی پسس۔ ۔ اور وہاں اس کی بلی کے بچے تھے، ایک دوسرے سے لیپٹے ہوئے۔



بانواور وینو کو بہت فخر تھا! انہوں نے ہر آنے والے اور مہمان کو بلی کے بچے دکھائے۔ سب خوش تھے!

بلی کے بچے تیزی سے بڑھتے گئے۔ وہ رینگنے لگے۔ سب جگہ وہ کھیلتے اور لڑتے۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہو جاتے۔ وہ برتنوں اور ڈبوں کے اندر چھپ جاتے اور لڑھک تے۔

ایک دن بانو کی ماں نے کہا، "اس گھر میں بہت زیادہ بلی کے بچے ہیں!" پھر اس نے بانواور وینو سے کہا کہ وہ اپنے گھر کے لیئے صرف ایک بلی کے بچے کا انتخاب کریں اور باقی کو دے دیں۔ دل توڑتے ہوئے، انہوں نے اپنے دوستوں کو چار بلی کے بچے دے دیئے۔ انہوں نے اپنے لیئے ایک سرمئی بلی کا بچہ رکھا۔

وہ اس بلی کے بچے کو کیسے پسند کرتے تھے! انہوں نے اسے اکثر کھلایا اور پینے کے لیے تازہ پانی باہر رکھا۔ وہ گھنٹوں اس کے ساتھ کھیلتے رہتے۔ وہ اسے بھی اپنے ساتھ بستر پر لے جاتے۔

ایک بار بانواور وینو سرمئی بلی کے بچے کو گھاس کے ڈھیروں سے بھرے میدان میں کھیلنے کے لیے لے گئے۔ سنہری گھاس کا ڈھیر اونچا تھا۔ ہوا کے جھونکے میں ڈھیلے پتیاں لہرا رہی تھیں۔

جب انہوں نے بلی کے بچے کو نیچے رکھا تو وہ جھک گیا اور زمین پر گر گیا۔ اس نئی جگہ پر کون سے خطرات منتظر تھے؟ لیکن جلد ہی یہ کھیلنا شروع ہو گیا۔ یہ ایک گھاس کے ڈھیر کے کنارے سے اچھل کر نیچے گر گیا۔

اس نے اپنے پنجوں میں گھاس کا ایک ٹکڑا پکڑا اور اس کے ارد گرد ہلہ بازی کی۔ بچے اپنے بلی کے بچے کو لطف اندوز ہوتے دیکھ کر ہنس پڑے۔ مزید بچے دیکھنے اور ہنسنے کے لیئے آئے۔ پھر وہ سب کھیلنے لگے۔

کیا وہ تھک گئے؟ نہیں! لیکن اب گھر جانے کا وقت تھا۔ بلی کا بچہ کہاں تھا؟ بچوں نے تلاشی لی۔ لیکن سرمئی بلی کا بچہ کہیں نہیں ملا۔

بانو اور رو ینو کا رونا نہ رک سکا۔ "بیچاری کٹی،" وہ روئے۔ کون اسے کھلائے گا اور دودھ پلائے گا؟ یہ کہاں سوئے گی؟ وہ کیسے گرم رکھے گی؟ گھر میں، یہ بہت سوالات ان کے خیال میں آ رہے تھے. ان کی ماں نے انہیں یہ کہتے ہوئے پر سکون کیا، "آپ کی بلی کے بچے کو واپسی کا راستہ مل جائے گا!"



بچے شام کے مطالعے کے لیئے اپنی کتابیں لے گئے۔ لیکن ان کے خیالات ننھے سرمئی بلی کے بچے کے ساتھ ہی رہے۔

اچانک، ایک کونے میں، ایک ٹوپی فرش پر سرکنے لگی۔ "اوہ، مدد! ایک ٹوپی چل رہی ہے!" بانو نے پکارا۔ وہ اور وینو اپنی ماں کے پاس بھاگے۔ تینوں ٹوپی کو گھورنے چلے گئے۔ پھر ان کی ماں مسکرادی۔

"وہ کیا ہے؟ مجھے ٹوپی کے پیچھے سرمئی چیز نظر آرہی ہے!" اس نے کہا. سرمئی دم کی نوک آہستہ سے آگے پیچھے ہل رہی تھی۔ "اوہ! یہ ہماری کٹی ہے!" بانو نے کہا۔ وہ بلی کے بچے کے پاس بھاگی اور احتیاط سے ٹوپی اٹھالی۔ اس نے بلی کے بچے کو اٹھایا اور اسے گلے سے لگالیا۔

"کیا تم اس سارے عرصے میں یہاں چھپے رہے؟" اس نے کہا. پھر اس نے ڈانٹ کر کہا، "ہم نے آپ کو تلاش کیا، آپ کو معلوم ہے!" وینو نے آہستہ سے بلی کا بچہ بانو سے لیا۔ اس نے اسے قریب رکھا اور سرگوشی کی، "مجھے خوشی ہے کہ تم کھوئے نہیں ہو!"

روس کی ایک کہانی پر منحصر



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

جادوئی ڈھول

بہت پہلے جاپان میں جینکورا نام کا ایک لڑکا رہتا تھا۔ جینکورا کے پاس جادوئی ڈھول تھا۔

جب اس نے ڈھول کی ایک طرف مارتے ہوئے کہا، "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک لمبی ہوگئی۔ جب اس نے دوسری طرف سے مارا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" اس کی ناک چھوٹی ہوگئی۔

بہت سے لوگ اپنی ناک بدلنے کے لئے جینکورہ کے پاس آئے۔ اور خوشی سے ان کی مدد کی۔

اگر کوئی لمبی ناک مانگتا تو وہ ڈھول کی اس طرف پیٹتا اور ''لمبی ناک، لمبی ناک'' کا نعرہ لگاتا۔ اگر وہ چھوٹی ناک مانگتے تو وہ ڈھول کی دوسری طرف پیٹتا اور نعرہ لگاتا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" وہ مارتا اور نعرہ لگاتا یہاں تک کہ وہ شخص

کہتا کہ رک جاؤ! "



کبھی کبھی کوئی شخص یہ کہنا بھول جاتا ہے کہ "رک جاؤ!" پھر جینکورا— شرارتی بچہ! - ڈھول پیٹنا جاری رکھتا۔ ایک شخص کی ناک ڈھول کی چھڑی سے لمبی ہو گئی!

"میری ناک کتنی بڑھے گی؟" جینکورا نے ایک دن حیرت سے پوچھا۔ "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس نے ایک طرف اپنا ڈھول پیٹنا شروع کیا۔ جلد ہی اس کی ناک اس کے بازو جتنی لمبی ہو گئی!

جینکورا کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا اور ڈھول پیٹتا رہا۔ "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک درخت کی طرح اونچی ہو گئی۔

"لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک پہاڑوں سے اونچی ہو گئی۔

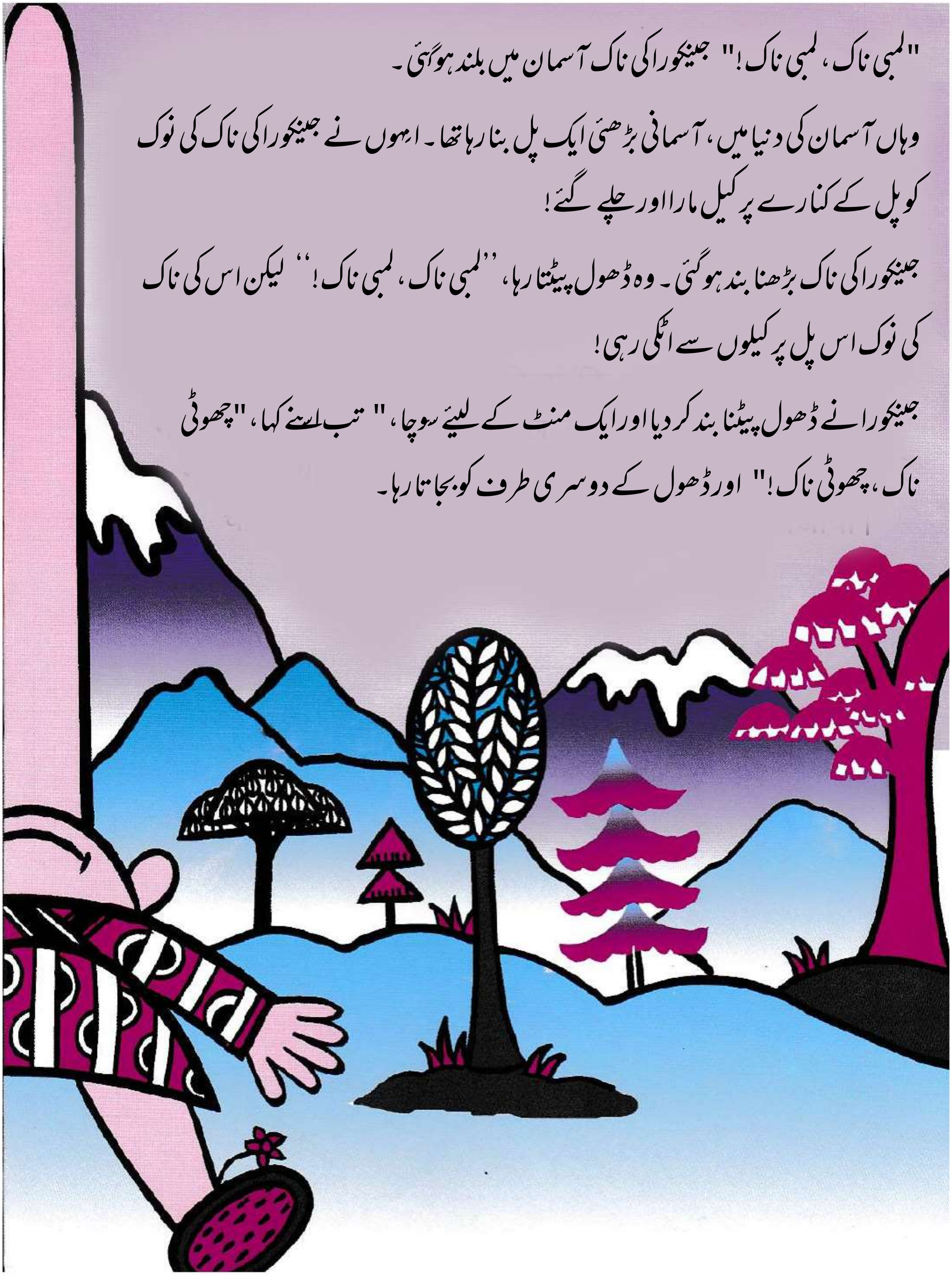


"لمبی ناک، لمبی ناک!" جینکورا کی ناک آسمان میں بلند ہو گئی۔

وہاں آسمان کی دنیا میں، آسمانی بڑھئی ایک پل بنا رہا تھا۔ انھوں نے جینکورا کی ناک کی نوک کو پل کے کنارے پر کیل مارا اور چلے گئے!

جینکورا کی ناک بڑھنا بند ہو گئی۔ وہ ڈھول پیٹتا رہا، ''لمبی ناک، لمبی ناک!'' لیکن اس کی ناک کی نوک اس پل پر کیلوں سے اٹکی رہی!

جینکورا نے ڈھول پیٹنا بند کر دیا اور ایک منٹ کے لیئے سوچا، " تب اسنے کہا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" اور ڈھول کے دوسری طرف کو بجاتا رہا۔



اب اس کی ناک چھوٹی ہونے لگی تھی۔ لیکن نوک نیچے نہیں آئی! جینکورا اور اس کا ڈھول آہستہ آہستہ، آہستہ آہستہ آسمان کی طرف بلند ہوا!

جینکورا آسمانی پل پر پہنچ گیا۔ اس نے ناک سے کیل نکالا۔ ایک لمحے کے لیے وہ ہوا میں تیرتا رہا۔۔۔ پھر وہ گرنے لگا— آسمان سے، پہاڑوں سے گزرا، درختوں سے گزرا۔۔۔

آسمانی پل کے نیچے مچھلیوں کا تالاب تھا۔ چھپاک! جینکورا تالاب میں گر گیا۔ وہ نیچے تک ڈوب گیا۔ اس کے اطراف میں تمام چمکدار رنگ کی مچھلیاں تھیں۔ وہ تجسس سے اس کی طرف بڑھے۔

جینکورا کا ڈھول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کا جسم بدل رہا تھا! اس کے بازو پنکھ بن گئے! اس کی ٹانگیں ایک دم میں تبدیل ہو گئیں! اس نے تیرنا شروع کر دیا۔

آج تک اس تالاب کی مچھلیوں کو "جینکورا مچھلی" کہا جاتا ہے۔

ایک جاپانی لوک کہانی



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ایزھوملائی، شاعر

ایزھوملائی تخیل کی دنیا میں رہتا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھتا اور گھنٹوں باہر دیکھتا رہتا۔ اگر لوگوں نے پوچھا، "تم کیا کر رہے ہو، ایزھوملائی؟" وہ ایک شعر سے جواب دیتا:

تتلی کو پھڑپھڑاتے ہوئے دیکھیں!

چوہے اکثر بھاگتے ہیں۔ لیکن تفریح کے لیئے نہیں!

دوسرے لڑکوں نے اسے تنگ کیا۔ "یہاں آیا ہے شاعر ایزھوملائی!" انہوں نے اسے دیکھ کر پکارا۔ لیکن وہ لفظوں سے تصویریں بناتے کبھی نہیں تھکتا۔



ایک دن ایزھوملائی اپنی دادی سے ملنے گیا۔ راستے میں درخت، باغ، پرندے... آہ! کتنے خوبصورت!

وہ تاڑ کے پیڑ کے پاس سے گزرا۔ اس نے فوراً گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا!

وہ آگے چل دیا۔ اوہ! ایک اُلّو تھا! ایزھوملائی نے گایا،

چوڑی آنکھوں والا اُلّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!

اچانک وہ بہت پرجوش ہوگیا۔ اس نے گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا! چوڑی آنکھوں والا اُلّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!



تھوڑا آگے اس نے دیکھا کہ ایک کتا کھودائی کر رہا ہے

زمین۔ یہ ایک جنگلی جانور کی طرح لگ رہا تھا- ایک گیدڑ

ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا!

کیا معجزہ ہے! ایزھوملائی کی شعر آزادانہ بہہ رہی تھیں۔

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا!

چوڑی آنکھوں والا الّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!

ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا!

اس نے چل کر گایا۔ آخر کار وہ اپنی دادی کے گاؤں پہنچ گیا۔

رات ڈھل چکی تھی ۔ گاؤں خاموش تھا ۔ اوہ، نہیں ! اس کی دادی کا گھر مقفل اور خالی تھا ! ازھوملائی کو فکر ہونے لگی ۔ ایکن کیا کیا جا سکتا تھا ؟ اس نے آس پاس انتظار کرنے کی جگہ تلاش کی ۔

قریب ہی ایک گھر تھا جس میں ایک بڑا برآمدہ تھا ۔ ایزھوملائی داخلی دروازے کے پاس لیٹ گیا ۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور چونک کر جاگ گیا ! وہ آواز کیا تھی ؟ !

اس نے کھڑکی کی سلاخوں سے اندر جھانکا اور دو لمبی ٹانگیں دیکھی ! نیند کی الجھن میں اس نے سوچا کہ یہ تاڑ کے درخت ہیں ! تو اس نے گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا !

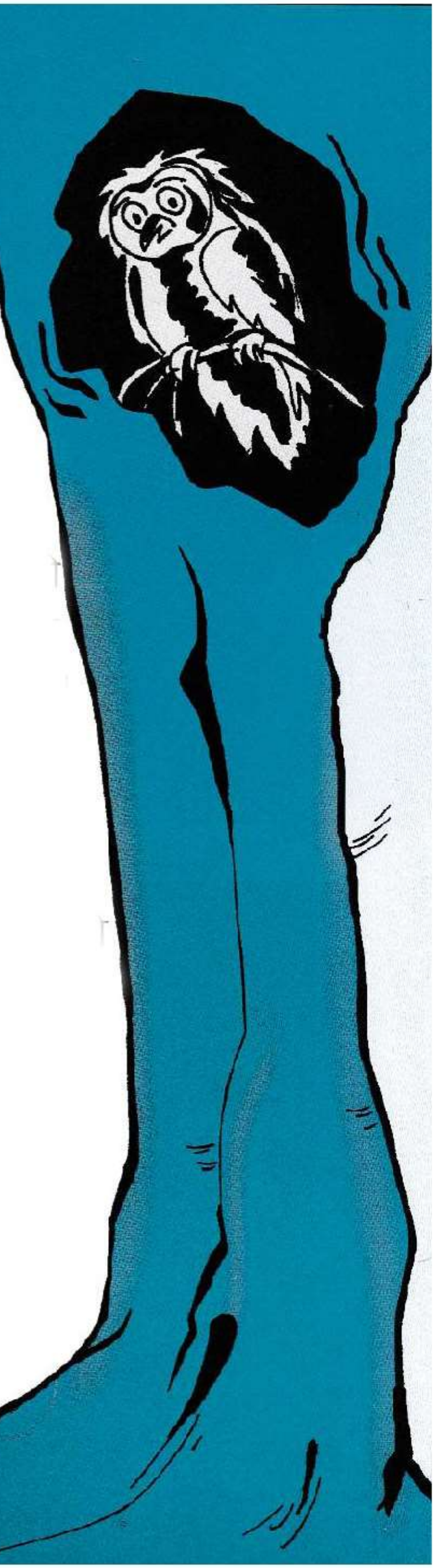
چور نے گانا سنا ۔ اس نے گھورا اور گھورتا رہا لیکن اس کو دیکھ نہ سکا

ایزھوملائی، دیکھتا، گایا،

چوڑی آنکھوں والا الّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا !

"کوئی آرہا ہے !" چور نے سوچا. "بہتر ہے کہ میں لوٹ چھپا دوں !" وہ باہر بھاگا اور زمین میں گڑھا کھودنے لگا ۔

ایزھوملائی نے گایا، ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا !



چور منجمد ہوگیا! اس نے بے تکلفی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر وہ اپنے اوزار اور لوٹ کا مال چھوڑ کر بھاگ گیا!

فوراً ازھوملئ نے آواز لگائی، "چور! چور!" لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اوزار اور لوٹ کا مال دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے ازھوملائی کو خوش کیا۔ "تم نے ہم سب کو بچایا ہے! ہوررے! ہوررے! "

اس کے بعد سے ہر کوئی ایزھوملائی کی نظمیں سننا چاہتا تھا۔

تمل ناڈو کی ایک کہانی



P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdui Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy